بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصول کافی کا تحقیقی جائزہ

وزندگی نامہ

ثقۃالاسلام محمد بن یعقوب کلینیؒ متوفی ۳۲۹ھ

تحریر: محمد علی فاضل دامت برکاتہ

زمانہ غیبت صغریٰ کے بزرگ شیعہ عالم دین ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی، جو ثقۃالاسلام، رئیس المحدیثن اور شیخ المشائخ کے نام سے مشہور ہیں، شہر رے کے "کُلین" نامی قصبہ میں پیدا ہوئے۔ قصبہ "کُلین" شہر رے سے ۳۸ کلو میٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ (معجم البلدان جلد ۳ ص ۳۰۳ منقول از مقدمہ کافی جلد ا ص ۹)

شیخ کلینی نے عشق و محبت اہلبیتؑ سے سرشار ایک علمی خانوادہ میں آنکھ کھولی اور اس خاندان میں پلے بڑھے اور پروان چڑھے آپ کے والد شیخ یعقوب بن اسحاق کلینی ایک عالم فاضل انسان تھے جنہوں نے اپنے فرزند کی تربیت کی ذمہ داری ان کے بچپن ہی کے زمانہ سے سنبھال لی تھی اور انہوں نے اخلاق و عمل کے زیور سے آراستہ کرنا شروع کر دیا تھا اور اسلامی آداب کی تربیت کی، مرحوم شیخ یعقوب کا مقبرہ شہر رے کے قریب "حسن آباد" نامی قصبہ میں مومنین کی زیارت گاہ اور مرجع خلائق ہے۔

مرحوم شیخ محمد بن یعقوب کلینیؒ کے ماموں بھی ایک علمی شخصیت کے مالک تھے اور بہت بڑے محدث اور مکتب اہلبیتؑ کے عاشق تھے، ان کا نام "علّان" تھا ان کا بھی شیخ کلینیؒ کی تعلیم و تربیت میں بڑا ہاتھ ہے، شیخ علّان کو بیت اللہ الحرام کے حج کے راستے میں شہید کر دیا گیا۔

اگرچہ شیخ کلینیؒ کی تاریخ ولادت صحیح طور پر معلوم نہیں ہے لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ آپ کی ولادت حضرت ولی اللہ الاعظم امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی ولادت باسعادت سے کچھ عرصہ پہلے یا بعد میں ہوئی ہے یعنی ۲۵۵ھ میں۔

مرحوم کلینیؒ نے بچپن میں اپنے والد محترم اور ماموں سے علم حدیث اور علم الرجال کی ابتدائی تعلیم حاصل کرلی تو مزید تعلیم کے لیے شہر رے کا سفر کیا، اس زمانہ میں شہر رے کو ایک خصوصی مقام حاصل تھا، کیونکہ شہر رے ایران کا دل اور مختلف اسلامی فرقوں اور مذاہب کا مرکز قرار پاچکا تھا۔ فرقہ اسماعیلیہ اور جعفری، حنفی اور شافعی مذاہب کے علماء کثیر تعداد میں موجود تھے، وہاں پر آپ نے نہ صرف عقائد اور مختلف مذاہب کی تعلیم حاصل کی بلکہ مذہب اہل بیت علیہم السلام کے خلاف

اٹھنے والے اعتراضات کے جوابات اور خود اہل مذہب کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات کے بارے میں تحقیق اور ان کے خاتمے کے لیے جستجو شروع کردی اور ان تمام مشکلات کا علاج اہل بیت علیہم السلام کے کلام کی طرف رجوع کرنے میں تشخیص دیا۔

چنانچہ اس مقصد کے لیے انہوں نے مختلف دیار وامصار کا سفر کیا۔

قم کی طرف ہجرت

اگر عصر کلینیؒ کو "عصر حدیث" کہا جائے تو غلط نہ ہوگا' کیونکہ اس دور میں تمام بلاد اسلامیہ میں حدیث کی کتابت' جمع آوری اور سماعت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور مرحوم کلینیؒ اس تحریک و تحرک کی سر برآوردہ شخصیت تھے اور شیخ کلینیؒ نے مرکز علم قم کا قصد کیا جو اس وقت "محدثین کا شہر" کہلاتا تھا۔

قم پہنچتے ہی انہوں نے وہاں کے علماء فضلاء اور صاحبان فضیلت و تقویٰ کے ہاں حاضری دی اور اپنے دور کے مشہور محدثین سے کسب فیض کرنا شروع کردیا اور ان میں اپنے دور کے علماء میں احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری کو نمایاں مقام حاصل تھا' ان کا علم و فضل اور اہل بیت علیہم السلام سے محبت کسی پر مخفی نہیں تھی۔

شیخ کلینیؒ نے اس عظیم عالم سے استفادہ کے علاوہ ایک اور استاد سے بھی کسب فیض کرنا شروع کردیا جو "معلم" کے لقب سے مشہور تھے اور شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسیؒ نے علم رجال کی اپنی کتاب میں انہیں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور ان کا نام احمد بن ادریس قمی ہے۔

ان کے بارے میں نجاشی کہتے ہیں کہ احمد بن ادریس المعروف "معلم" کو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا شرف تلمذ بھی حاصل ہے اور وہ شیخ کلینیؒ کے استاد ہیں۔

علاوہ ازیں شیخ کلینیؒ نے ایک اور صاحب علم شخصیت سے فیض حاصل کیا جو اپنے دور کے عدیم النظیر عالم تھے' اور وہ ہیں عبداللہ بن جعفر حمیری' جن کے مقام و منزلت کو تمام مؤرخین' علماء رجال اور محدثین تسلیم کرتے ہیں اور وہ بھی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں صاحب تصنیفات کثیرہ ہیں' لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے پاس ان کی صرف ایک کے علاوہ کوئی اور کتاب موجود نہیں ہے اور وہ ہے: "قرب الاسناد" جو احادیث اہل البیت علیہم السلام کا مجموعہ ہے اور ان احادیث کی سند امام معصوم علیہ السلام تک جا ملتی ہے۔

اس کے علاوہ بھی صاحبان علم و فضیلت سے کسب فیض کیا جن کا بعد میں ذکر کیا جائے گا۔

سرزمین عراق کا سفر

باوجودیکہ شہر قم کا شمار عالم تشیع اور کلام اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں محققین اور علماء کے مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا تھا' لیکن شیخ کلینیؒ نے صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ روایات اور احادیث کے سلسلہ میں تحقیق و جستجو کے دائرہ کو وسعت دی' لہٰذا انہوں نے کئی دوسرے شہروں کے علماء و محدثین سے ملاقات اور ان سے حصول علم کے قصد سے اپنے سفر کا آغاز کردیا اور وہاں کے محدثین اور رواۃ حدیث سے احادیث اہل بیت علیہم السلام کو سننا اور اپنے پاس محفوظ کرنا شروع کردیا۔

مرحوم کلینیؒ نے جن شہروں کا سفر کیا ان میں کوفہ بھی شامل ہے' جو کہ اس زمانے میں ایک عظیم علمی مرکز شمار کیا جاتا تھا' اس وقت وہاں مشہور حافظ حدیث "ابن عقدہ" موجود تھے' جو حافظ حدیث کی حیثیت سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن چکے تھے' انہیں اسناد کے ساتھ ایک لاکھ احادیث حفظ تھیں اور بہت سی

کتابوں کے مؤلف بھی تھے جن میں اہم ترین کتاب "رجال ابن عقدہ" ہے 'اس کتاب میں ابن عقدہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے تقریباً چار ہزار شاگردوں کے نام ذکر کیے ہیں اور امام علیہ السلام سے بھی بہت سی روایات کو ذکر کیا ہے' یہ کتاب شیخ طوسیؒ کے زمانے تک موجود رہی لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کے بعد وہ ضائع ہو گئی جس طرح اہل بیت علیہم السلام کہ دوسرے ثقافتی ورثوں کا حال ہوا۔

اس کی تفصیل مرحوم شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

ثقۃ الاسلام کا لقب

شیخ کلینیؒ نے احادیث کے حصول کے لیے مختلف دیار و امصار کا سفر کیا اور جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ رے' قم اور کوفہ کا سفر اختیار کیا' اس کے بعد بغداد' دمشق اور بعلبک تشریف لے گئے اور انہیں "شیخ الشیعۃ" اور "رے کا نام آور چہرہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو رجال نجاشی ص ۲۶۶)

غرض آپ جہاں بھی گئے وہاں شیعہ عالم کی حیثیت سے اپنی اچھی یادگاریں چھوڑ آئے اور آپ جب بغداد تشریف لے گئے اس وقت آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں تھی۔ مکتب اہل بیت علیہم السلام کے لیے مایہ افتخار تھے اور مکتب خلفاء کے علماء بھی آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کے زہد و تقویٰ' علم اور فضیلت کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی' اسی لیے آپ کے دور کے تمام علماء و مفکرین اپنے دینی اشکالات کو دور کرنے اور مختلف اسلامی فرقوں کے پیروکار فتویٰ کے حصول کے لیے آپ کی طرف رجوع کرنے لگے' اسی بنا پر آپ کو "ثقۃ الاسلام" کا لقب دیا گیا اور تاریخ اسلام میں سب سے پہلے آپ کو اس لقب سے نوازا گیا۔

ثقۃ الاسلام کلینیؒ کا علمی مقام

مکتب خلفاء کے علماء کے نزدیک شیخ کلینیؒ کی عظمت اور ان کی علمی پایہ کی کیفیت یہ ہے کہ جب ابن اثیر حضرت رسالت مآب ﷺ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: "خداوند عالم ہر صدی کے آغاز میں ایسی ہستی کو بھیجتا ہے جو مجدد دین ہوتی ہے اور دین کا احیاء کرتی ہے" ابن اثیر کہتے ہیں کہ "جن ہستیوں نے مذہب شیعہ کا احیاء کیا ہے وہ پہلی صدی ہجری کے آغاز میں امام محمد باقر علیہ السلام اور دوسری صدی ہجری کے آغاز میں حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام ہیں اور تیسری صدی ہجری کے آغاز میں ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینیؒ رازی ہیں"۔ (الکامل فی التاریخ ج ۸ ص ۱۲۸)

پورے اطمینان کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ شیخ کلینی اپنے دور کے مشہور ترین عالم تھے۔ اور یہ وہ دور ہے جس میں عظیم علماء و محدثین کی کافی جد و جہد جاری تھی حتیٰ کہ امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص سفراء یعنی نواب اربعہ کے ہم عصر تھے اور یہ حضور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت صغریٰ کا زمانہ تھا جو انہتر (۶۹) سال پر محیط ہے اور اس عرصہ میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے نواب اربعہ یا چار خاص نائبین امام علیہ السلام اور ان کے شیعوں کے درمیان رابطہ و واسطہ و وسیلہ کا کام دیتے تھے۔

تمام مکاتب فکر کی طرف سے شیخ کلینیؒ کی صداقت' وثاقت' صدق و صفا' احادیث کی مکمل تعریف و تمجید کی گئی ہے اور ہر مکتب فکر کے لوگ آپ کو موثق اور معتمد سمجھ کر حصول فتویٰ کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور جب بھی امانت' عدالت' تقویٰ' فضیلت۔ حفظ حدیث' تحریر احادیث سے متصف اور موثق و جامع الشرائط افراد کا ذکر ہوتا تو سب سے پہلے آپ کا نام لیا جاتا۔

شیخ کلینیؒ کے بارے میں علماء کی رائے

۱۔علم رجال کے ماہر جناب نجاشی کہتے ہیں :

"آپ اپنے دور کے "شیخ الشیعۃ" اور شہر رے کے شیعوں کے پیشوا تھے' دوسرے محدثین کی نسبت آپ کو زیادہ حدیثیں یاد تھیں اور دوسرے علماء سے زیادہ آپ پر اعتماد کیا جاتا تھا"

۲۔سید ابن طاووس کہتے ہیں :

"شیخ کلینیؒ کی وثاقت اور امانت پر تمام علماء کا اتفاق ہے"

۳۔ابن اثیر کہتے ہیں :

"شیخ کلینیؒ نے تیسری صدی کے آغاز پر فرقہ امامیہ کو حیات نو بخشی ہے اور وہ اپنے مذہب کے بہت بڑے عالم اور مشہور فاضل ہستی تھے"

۴۔ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں :

"خلیفہ مقتدر عباسی کے دور میں شیخ کلینیؒ کا شمار شیعوں کے رؤساء اور فضلاء میں ہوتا ہے"

۵۔علامہ محمد باقر مجلسی کے والد گرامی علامہ محمد تقی مجلسی کہتے ہیں :

"علماء شیعہ میں کلینیؒ جیسا عالم اب تک پیدا نہیں ہوا اور جو شخص ان کی ذکر کردہ اخبار و روایات میں اور ان کی کتاب کی ترتیب میں غور و فکر کرے گا وہ اس بات کا ضرور اعتراف کرے گا کہ انہیں خداوند عالم کی تائید حاصل تھی"

شیخ کلینیؒ کے اساتذہ

شیخ کلینیؒ نے جن عظیم اساتیذ و علماء سے کسب فیض کیا ہے ان کا شمار اپنے دور کے نابغہ افراد میں ہوتا ہے۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :

۱۔ابوالحسن محمد بن اسدی کوفی
۲۔احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری
۳۔احمد بن ادریس قمی
۴۔عبداللہ بن جعفر حمیری
۵۔احمد بن محمد بن عاصم کوفی
۶۔حسن بن فضل بن زید یمانی
۷۔محمد بن حسن صفار
۸۔سہل بن زیاد آدمی رازی
۹۔محمد بن اسماعیل نیشاپوری
۱۰۔احمد بن مہران
۱۱۔مشہور مفسر علی بن ابراہیم قمی
۱۲۔محمد بن یحییٰ عطار
۱۳۔حسین بن محمد
۱۴۔محمد بن حسن ابن فروخ صفاری
اور ۱۵۔ابن عقدہ

مرحوم کلینیؒ کی تعلیم و تربیت میں ان اساتذہ میں سے زیادہ تر حصہ علی بن ابراہیم قمی کا ہے جن کی تفسیر انہی کے نام سے مشہور ہے اور محمد بن احمد بن یحییٰ اشعری کا ہے۔

شیخ کلینیؒ کے تلامذہ

مرحوم کلینیؒ کے شاگردوں میں بھی برجستہ چہرے نظر آتے ہیں جن کا شمار مشہور فقہاء و محدثین اور چوتھی صدی ہجری کے ایران و عراق کے معروف علماء امامیہ میں ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں :

۱۔ابن ابی رافع صموری　　۲۔احمد بن احمد کاتب کوفی　　۳۔احمد بن علی بن سعید کوفی

۴۔ابوغالب احمد بن محمد زُراری　　۵۔ جعفر بن محمد قولویہ قمی　　۶۔ علی بن محمد بن موسیٰ دقاق

۷۔ محمد بن ابراہیم المعروف ابن ابی زینب جو آپ کے شاگرد خاص تھے اور کتاب کافی کا نسخہ بھی تحریر کیا ہے۔

۹۔ محمد بن احمد سنان زاہری　　۱۰۔ محمد بن علی ماجیلویہ　　۱۱۔ محمد بن محمد بن عصام کلینیؒ

۱۲۔ہارون بن موسیٰ تلعکبری

شیخ کلینیؒ کی تالیفات

۱۔کتاب "الکافی" آپ کی مشہور ترین تالیف ہے، عالم اسلام میں حدیث کی اس جیسی کوئی معتبر کتاب نہیں ہے، کتب اربعہ میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔

۲۔کتاب "الرجال"　　۳۔کتاب "الردعلی القرامطة"

۴۔کتاب "رسائل الأئمة"　　۵۔کتاب "تعبیرالرؤیا"

۶۔ مجموعہ اشعار، جو فضائل و مناقب اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کے قصائد پر مشتمل ہے۔

اگر مرحوم کلینیؒ کی مختلف کتابوں اور کتاب کافی میں ان کے انداز تحریر اور ابواب میں عناوین کے انتخاب اور ان کے کلامی نکتہ ہائے نظر پر غور کیا جائے جو روایات کے ضمن میں انہوں نے پیش فرمائے ہیں تو یہ نتیجہ نکالنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ صرف حدیث پر ہی انہیں عبور حاصل نہیں تھا، بلکہ کلام اور فقہ میں بھی وہ صاحب نظر تھے۔

عالم فانی سے عالم جاودانی کا سفر

انجام کار شیخ کلینیؒ ستر سال کی عمر میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سدھارے اور اس میں بیس سال کا عرصہ کتاب "کافی" کی تدوین و تالیف پر صرف کیا جس میں صعوبتوں اور مشکلات کو خندہ پیشانی سے ساتھ برداشت کیا۔ دنیا کے قید خانہ میں رہنے کے باوجود فضائے بہشت میں سانسیں لیتے رہے، کیونکہ اپنی ساری زندگی کلام اہل بیت علیہم السلام کی جمع آوری کے فریضہ میں گزار دی۔ ۳۲۹ھ میں آپ نے رحلت فرمائی اور اس سال کو "تناثر نجوم" یعنی ستاروں کے جھڑنے کا سال کہا جاتا ہے۔ جس میں اہل بیت علیہم السلام کے بہت سے درخشاں ستارے غروب کر گئے اسی سال امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے آخری نائب علی بن محمد سمری بھی عالم جاودانی کو سدھارے اور ان کی موت کے ساتھ ہی امام زمان علیہ السلام کی غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہو گیا۔

شیخ کلینیؒ کی وفات بغداد میں ہوئی، آپ کی نماز جنازہ بغداد کے عالم دین ابو قیراط نے بڑھائی اور بغداد ہی میں انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔

ان کی وفات کے کئی سال بعد جب ان کی قبر مبارک منہدم ہو گئی اور میت ظاہر ہو گئی تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جسم مبارک بالکل صحیح وسالم تھا اور اک تار کفن تک میلا نہیں ہوا تھا۔ گویا ابھی تازہ دفن ہوئے ہیں۔ بغداد کے ایک غیر شیعہ متعصب حکمران کی طرف سے آپ کی قبر پر گنبد تعمیر کرایا گیا۔ (کتاب الکلینیؒ والکافی ص ۱۶۳)

کتاب کافی شیعہ روایات کا سب سے پہلا مجموعہ ہے جو زمانہ غیبت صغریٰ میں لکھا گیا ہے اور اصحاب ائمہ علیہم السلام کے اصول اربعمائۃ سے اخذ کیا گیا ہے، اور مرحوم کلینیؒ نے امام زمانہ علیہ السلام کے نواب خاص سے بھی ملاقات کی ہے، لہٰذا یہ مجموعہ زبردست اہمیت کا حامل ہے بہت سے علماء اور دانشوروں کے قول کے مطابق اس کتاب کے ہم وزن اور ہم پلہ کتاب اسلام میں نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب اصول میں دو جلدوں پر مشتمل ہے اور فروع میں چار جلدوں پر یعنی اصول کافی کی دو جلدیں اور فروع کافی کی چار جلدیں جبکہ " روضة الکافی " ایک علیحدہ جلد میں ہے۔ یہ کتاب "الکافی" مجموعی طور پر تیس کتابوں، ۳۲۶ بابوں اور سولہ ہزار ایک سو ننانوے (۱۶۱۹۹) روایات پر مشتمل ہے۔

نوٹ :

یاد رہے کہ روایات کی تعداد کے بارے میں کچھ اور بھی نقطہ ہائے نظر پیش کئے گئے ہیں جو بہت سے صاحبان علم کیلئے قابل قبول ہیں۔ مثلاً ۱: ۔ سولہ ہزار ایک سو اکیس (۱۶۱۲۱) ۲: ۔ صرف سولہ ہزار (۱۶۰۰۰) یا پندرہ ہزار ایک سو چھہتر (۱۵۱۷۶) لیکن زیادہ تر علماء سولہ ہزار ایک سو ننانوے (۱۶۱۹۹) کی تعداد کو قبول فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مقدمہ معجم بحار الانوار ص ۶۵)

علماء متاخرین کے نظریہ کے مطابق ان روایات میں سے پانچ ہزار بہتر (۵۰۷۲) روایات صحیح ایک سو چوالیس (۱۴۴) روایات حسنہ، ایک ہزار ایک سو اٹھارہ (۱۱۱۸) روایات موثقہ اور نو ہزار چار سو پچاسی (۹۴۸۵) روایات ضعیفہ موجود ہیں۔ (الکلینی والکافی منقول از لولؤۃ البحرین ص ۳۹۴، مراۃ العقول ج ۲ ص ۴۳۷، الذریعہ جلد ۱۷ ص ۲۴۵)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس کتاب کا نام "کافی" خود مرحوم مؤلف کی طرف سے نہیں رکھا گیا، کیونکہ انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں اس طرف اشارہ نہیں کیا، بلکہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ " وقلت انك تحب ان يكون عندك كتاب كافٍ يُجمع فيه من جميع فنون علم الدين ما يكتفى به المتعلم ويرجع اليه المسترشد " اور آپ نے کہا ہے کہ آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک ایسی کتاب ہو جو کافی اور جامع ہو جس میں علم دین کے تمام فنون ہوں جو طالب علم کیلئے کفایت کریں اور طالب رشد وہدایت کیلئے مرجع کی حیثیت رکھتی ہو۔ (مقدمہ کتاب کافی جلد اول ص ۹)

اس مقدمہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ مرحوم کا مقصود یہ تھا کہ ایسی کتاب کی تدوین کی جائے جو مومنین کی دینی ضروریات کو پورا کرے اور اس بارے میں وہ کافی ہو۔

کافی کے بارے میں علماء کے اقوال

۱۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں: مذہب امامیہ کی جلیل القدر کتاب ہے جس کے بہت سارے فوائد ہیں۔

۲۔ شہید اول محمد بن مکیؒ فرماتے ہیں: کتاب الکافی احادیث کا مجموعہ ہے اس طرح کی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔

۳۔علامہ محسن فیض کاشانیؒ فرماتے ہیں : الکافی ' نہایت عمدہ ' نہایت موثق ' نہایت جامع کتاب ہے جو فروع کے علاوہ اصول پر مشتمل احادیث کی بھی حامل ہے اور بے مقصد باتوں سے مبرا ہے۔

۴۔شہید ثانی فرماتے ہیں : یہ کتاب کافی ہے اور ایک خوشگوار چشمہ فیض ہے ' مجھے اپنی جان کی قسم اس طرح کی کوئی اور کتاب نہیں لکھی گئی ' اس سے اس کتاب کی قدر و منزلت اور جلالت شان کا پتہ چلتا ہے۔

۵۔علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں : اس کتاب میں مضبوط اور جامع اصول کو بیان کیا گیا ہے اور فرقہ ناجیہ کی احسن اور عظیم ترین کتابوں سے ہے۔

کافی کے خصوصی امتیازات :

ا۔اگر کتاب کافی کا احادیث کی دوسری کتابوں سے حتی کہ حدیث کے پہلے مجموعوں (من لایحضرہ الفقیہ ' تہذیب الاحکام اور الاستبصار) سے تقابل کیا جائے تو کوئی بھی کتاب اس کی جامعیت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرحوم کلینی نے کافی میں صرف فروع اور احکام کی روایات ہی کو جمع نہیں کیا بلکہ انتہائی گہری نظر سے عقائد اور اخلاق کو کافی کی پہلی دو جلدوں میں جگہ دی ہے اور دین شناسی کے اس اصول کے ساتھ ان دو جلدوں کو مخصوص کر دیا ہے اگر شیخ صدوقؒ اور شیخ طوسیؒ بھی اس طرف توجہ فرماتے اور فروع کے ساتھ ساتھ اصول کو بھی اپنی کتابوں میں جگہ دیتے تو ان کی جامعیت کو چار چاند لگ جاتے اور شیعی روایات کی میراث میں بھی قابل قدر اضافہ ہو جاتا۔

کافی کی انہی خصوصیات کی بنا پر صاحب کتاب "الوافی" مرحوم محسن فیض کاشانی نے جہاں پر کتاب الکافی کو خراج تحسین پیش کیا ہے وہاں پر دوسرے حدیثی مجموعوں پر اصول سے غفلت برتنے پر تنقید بھی کی ہے۔ (الوافی ج ا ص ۵)

۲ :۔الکافی کا دوسرا امتیاز ' اس کی قابل تحسین ترتیب ہے اور اس بات کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیئے کہ مرحوم کلینیؒ وہ پہلے محدث ہیں جنہوں نے اپنے حدیث کے مجموعہ کو مدوّن اور منظّم کیا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے ان کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہیں تھا۔ کہ جس کی انہوں نے تقلید کی ہو اس کے باوجود جب ہم کتاب کافی کے مجموعہ کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کے مختلف ابواب اور فصول کی باہمی ترتیب کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے اسے کیونکر مرتب ومدون کیا ہے ؟ اصول کا فروع پر مقدم کرنا ' اور روضۃ الکافی کو اس کے آخر میں ملحق کرنا یہ سب ان کے حسن سلیقہ کا غماز ہے۔

مرحوم کلینیؒ نے ہر روایت کے سلسلہ سند کو معصوم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے جس سے کتاب کی اہمیت اور اعتبار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

انہوں نے اصول کافی میں سب سے پہلے "کتاب العقل والجہل" کو اس کے بعد " کتاب فضل العلم "کو ذکر کیا ہے۔اس کے بعد کتاب التوحید کی روایات کو پھر کتاب الحجت کی روایات کو درج فرمایا ہے۔ کیونکہ اصول وفروع کی تمام گفتگو میں بنیادی عنصر عقل ہی ہے۔ جو انسان کو حیوان اور نباتات وجمادات سے ممتاز کرتا ہے۔ اور جب عقل کو علمی سرمایہ سے تقویت دی جاتی ہے تو اس کی عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور اسی مرحلہ ہی پر معرفت خداوندی کی نوبت آتی ہے ۔

مرحوم کلینیؒ نے نبوت اور امامت کو " کتاب الحجۃ " کے ایک عنوان کے ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ پیغمبر اکرمؐ اور امام علیہ السلام اصل حجت الٰہی کے عنوان سے لوگوں کی ہدایت کیلئے منصوب من اللہ ہوتے ہیں۔ اس کے دوسرے ابواب وفصول بھی اسی خصوصیت کے حامل ہیں۔

اصول کافی کی شرح میں علامہ مجلسی کی کتاب " مراۃ العقول فی اخبار آل الرسول " صَدْرُ الْمُتَأَلِّهِيْن شیرازی کی شرح، شیخ قاسم بن محمد جواد الوندی کی شرح "جامع الاحادیث والاقوال" ، شیخ علی بن محمد بن حسن بن زین الدین شہید ثانی کی شرح "الدرر المنظوم من کلام المعصوم" علامہ محسن فیض کاشانی کی شرح "الوافی" اور ملا صالح مازندرانی کی شرحیں اس کی نہایت اہم شروحات میں شمار ہوتی ہیں۔

کتاب کے حواشی

۱۔حاشیہ علامہ مجلسیؒ ۲۔حاشیہ ابوالحسن شریف فتونی عاملی ۳۔حاشیہ میر ابوطالب بن میرزا بیگ فندرسکی

۴۔حاشیہ شیخ زین الدین ابوالحسن علی بن صاحب "معالم" ۵۔حاشیہ شیخ محمد بن حسن بن زین الدین

(شہید ثانی) جو شیخ محمد سبط عاملی کے نام سے مشہور ہیں۔

کتاب کے فارسی تراجم

۱۔ محمد بن علی بن الحاج محمد حسین اردکانی کا ترجمہ بنام "تحفۃ الاولیائ"

۲۔ شیخ خلیل بن نمازی قزوینی کا ترجمہ بنام "الصافی فی شرح اصول الکافی وفروع الکافی"

خطی نسخے

کتاب الکافی کے تین خطی نسخے قم میں مکتبہ آیت اللہ نجفی مرعشی میں موجود ہیں۔

کچھ روضۃ الکافی کے بارے میں

کتاب کافی کی جلدوں کے استناد کے بارے میں کسی بھی محقق نے مرحوم کلینیؒ پر کسی قسم کا اعتراض یا شک نہیں کیا صرف ایک ملا خلیل قزوینی ہیں جنہوں نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ " کتاب الروضہ " ابن ادریس حلی کی تالیف ہے۔اور اسے غلط فہمی کی بنا پر مرحوم کلینی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے" لیکن محققین حدیث کی طرف سے جناب خلیل قزوینی پر تنقید کی گئی ہے۔اور دلائل کے ساتھ ان کے اس نظریہ کو سختی سے مسترد کر دیا گیا ہے۔

نقل از خزینہ علوم و معرفت

تلیف: علامہ محمد علی فاضل دامت برکاتہ